بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

عجیب لوگ

مرزا ایوب بیگ

رمضان قرآن اور پاکستان محض ہم قافیہ الفاظ ہی نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے کسی دوسرے گوشہ میں بسنے والے مسلمانوں کی نسبت مسلمانانِ پاکستان کا رمضان اور قرآن سے اضافی اور خصوصی تعلق بھی ہے۔ وہ اس لئے کہ پاکستان رمضان کی اس شب میں قائم ہوا جس کے بارے میں گمان غالب ہے کہ وہی لیلۃ القدر ہے جسے نزولِ قرآن کی شب ہونے کی بنا پر ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ یہ ثابت کر چکی تھی کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کی حقیقی نمائندہ جماعت ہے' لیکن پھر بھی ۱۹۴۷ء کے آغاز میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان اسی سال دنیا کے نقشہ پر حقیقت بن کر ابھر سکے گی اسی طرح انگریز حاکموں اور برصغیر کی بڑی قوم ہندو کی شدید ترین مخالفت کے باعث اس کا قائم ہو جانا ہی کچھ ناقابل فہم محسوس ہوتا ہے لیکن تشکیل پاکستان کے تاریخی واقعات کو مرحلہ وار دیکھیں تو اسی سال ۲۷ رمضان المبارک کی نصف شب کے قریب قیام پاکستان کا اعلان خالصتاً "کُنْ فَیَکُوْن" کا مظہر دکھائی دیتا ہے۔ ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور میں پاکستان کا لفظ بھی استعمال نہیں ہوا بلکہ اس میں آزاد مسلمان ریاستوں کا ذکر ہے۔ اس پس منظر میں ایک ہزار میل سے زائد فصل رکھنے والے دو حصوں پر مشتمل ایک ریاست کا قائم ہو جانا معجزہ محسوس ہوتا ہے۔ مفکر پاکستان علامہ اقبال بھی ہندوستان کے شمال مغرب میں اسلامی ریاست کے قیام کا الہامی اعلان تو کر رہے تھے لیکن بنگال اس اسلامی ریاست کا حصہ بنے گا اس کا تصور وہ بھی نہیں کر رہے تھے۔ اس لحاظ سے پاکستان کو بجا طور پر مملکت خداداد کہا جاتا ہے' لیکن اس رمضان اور قرآن کے ساتھ مسلمانان پاکستان نے کیا سلوک کیا یہ ایک دل فگار حقیقت ہے جو ہم سب پر عیاں ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان بنا کر ہندو سے ہزار سالہ رفاقت ختم کی' اس کی دشمنی مول لی۔ نتیجے کے طور پر ہندو کے ہاتھوں لاکھوں مسلمان بے گھر ہوئے' بے شمار قتل ہوئے اور ان گنت مسلم خواتین کی بے حرمتی ہوئی۔ یعنی پاکستان پر جان' مال اور عزت جو انسان کا کل سرمایہ ہوتا ہے' سب کچھ لٹا دیا۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ اتنا پرکشش تھا اور نظریہ پاکستان کی اصطلاح اتنی دلپذیر تھی کہ یہ قربانیاں بھی حقیر محسوس ہوتی تھیں۔ نظریہ پاکستان یعنی اسلام کے دو بنیادی ماخذ ہیں قرآن حکیم اور حدیث و سنت رسول ﷺ لیکن یہ دو بھی اسی طرح اکائی بن جاتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ قرآن مجسم اور قرآن ناطق بھی تو کہلاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث کے مطابق قرآن سیرتِ رسولؐ اور خلق رسولؐ ہی کا تو بیان ہے یعنی قرآن عظیم دینِ متین کا اصل سرچشمہ اور ماخذ ہے لہٰذا نظریہ پاکستان کی آبیاری کے لئے پاکستان میں جو پہلا کام ہونا چاہئے تھا وہ یہ تھا کہ قرآن کی تعلیمات کو عام کیا جاتا۔ قرآن کی زبان کو سیکھا اور سکھایا جاتا تھا۔ آخر ہم انگریزی زبان میں مہارت حاصل کر سکتے ہیں تو قرآن کو سمجھنے کے لئے عربی کیوں نہیں سیکھی جا سکتی۔ اگرچہ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ اسے سمجھے بغیر بھی پڑھا جائے تو ایک لطف و سرور اور کیف سا محسوس ہوتا ہے لیکن عملی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے احکاماتِ قرآنی کو اپنا امام بنانے کی ضرورت تھی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس کے حکم پر عمل کیا جاتا اور اس کے روکے پر رُکا جاتا۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ عوامی اور حکومتی دونوں سطحوں پر عملی زندگی میں قرآن کے احکامات کی بجا آوری سے اعراض کیا گیا عملی طور پر اسے اپنا امام بنانے سے انکار کر دیا گیا۔ رمضان کو تاجروں' سٹاکسٹوں اور صنعت کاروں نے لوٹ کھسوٹ اور چور بازاری کا مہینہ بنا لیا۔ حکومت کا حال یہ ہے کہ وہ ان دنوں میں گراں فروشی کے الزام میں چھوٹے چھوٹے دکانداروں اور کریانہ فروشوں کو تو گرفتار کرتی ہے لیکن اپنی گراں فروشی کا یہ عالم ہے کہ تیل کی مارکیٹ جو امریکی پالیسیوں کی وجہ سے شدید کساد بازاری کا شکار ہے اور تیل عالمی مارکیٹ میں انتہائی ارزاں ہے' اسے مسلسل مہنگا کیا جا رہا ہے۔ جس سے تمام بنیادی ضروری اشیاء مہنگی ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

ہم مصنوعی روشنیوں سے عزت و وقار کا راستہ ٹٹولنے کی کوشش کر رہے ہیں اور فطری روشنی کے مینار قرآن مجید پر ریشمی جزدانوں کے بے شمار غلاف ڈال رہے ہیں اور شعوری یا غیر شعوری طور پر کوشاں ہیں کہ حق کو دبیز ریشمی پردوں میں چھپا دیا جائے۔ نتیجہ ہم صراط مستقیم سے بہت دور ہٹ چکے ہیں۔ اسلام کے عادلانہ نظام کو اپنانا تو بہت دور کی بات ہے ہم عام انسانی اخلاقیات سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔ ظلم' ناانصافی' کرپشن' خیانت' جھوٹ' بددیانتی اور منافقت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ سیاسی' معاشی اور معاشرتی سطح پر ہماری کوئی کل سیدھی نہیں۔ حال ہی میں ایک درندہ صفت انسان رانا جاوید کے ذریعے معاشرے کے منہ پر پڑنے والا زوردار تھپڑ بھی بے حسی' بے عملی بلکہ بے غیرتی کی دبیز تہہ کو کھرچ نہیں سکا۔ دولت اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم نے دو طبقات کے درمیان خلیج کو اتنا وسیع کر دیا ہے کہ یا تو وہ لوگ ہیں جو نزلہ وزکام کے علاج کے لئے یورپ کے ہسپتال بک کرواتے ہیں اور اپنے کتوں کے لئے ایئر کنڈیشنڈ کمرے تعمیر کرواتے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں سے اپنی خوراک تلاش کرتے ہیں یا بعض اوقات بھوک کے ہاتھوں رسی باندھ کر چھت سے جھول جاتے ہیں۔ بیرون ملک ہماری پہچان ایک بھکاری ملک کی ہے۔ ہمارا گرین پاسپورٹ منشیات کی سمگلنگ کی علامت بن گیا ہے۔

شامت اعمال کا نتیجہ ہے یا بدنصیبی کا معاملہ کہ ہم نے اس حکومت سے تو نجات حاصل کر لی ہے جو اسلام کو اپنے اقتدار کے تحفظ اور استحکام کے لئے ڈھال کے طور پر استعمال کر رہی تھی' لیکن زمام حکومت ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئی جنہیں اسلام کا نام بھی گوارا نہیں وہ اسلام سے ناآشنا ہیں۔ یعنی ہمارا معاملہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والا ہوا ہے۔ بہرحال ہم بہانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ پاکستان کے تمام مسائل اور مصائب کا حل قرآن کی طرف رجوع کرنے میں ہے اور اسلام کے عادلانہ نظام سے ہٹ کر کسی دوسرے نظام کو اپنانا ہر ہر لحاظ سے تباہی و بربادی کی دعوت دینے کے مترادف ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلامی ممالک میں سے صرف پاکستان نے ہی قرآن حکیم سے اعراض کیا ہے اور اسے پس پشت ڈالا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جس کے قیام ہی کا جواز اسلام بتایا گیا تھا۔ کسی اور ملک نے اپنے نام کا مطلب لا الٰہ الا اللہ نہیں بتایا تھا۔ پھر یہ کہ اگر دوسرے اسلامی ممالک نے بھی قرآن کو ترک کیا ہے تو کونسی عزت کمائی ہے۔ آج دنیا بھر میں ایک اسلامی ملک بھی تو ایسا نہیں جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے یا وقت کی سپر پاور سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔ آج کشمیر' فلسطین' عراق اور سب سے بڑھ کر چیچنیا میں مسلمانوں سے کیا سلوک ہو رہا ہے' لیکن مسلمان حکمران کھل کر احتجاج بھی نہیں کر سکتے کیونکہ انہیں اپنے اقتدار کا خطرہ ہے۔ ہم بھی عجیب لوگ ہیں سود کو معیشت کا ستون بنا کر اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں' دین کے دشمنوں کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ان کے آگے جھولیاں پھیلاتے ہیں۔ عدالتوں' حکومتی ایوانوں اور بازاروں میں احکاماتِ قرآنی کو پاؤں میں روندتے ہیں اور عذاب الٰہی کی بجائے نصرتِ خداوندی کی توقع کرتے ہیں۔

آج پوری دنیا کے مسلمانوں پر جو قیامت گزر رہی ہے اس کے اصل مجرم ہم خود ہیں

موجودہ حکومت خالص سیکولرزم کی طرف بڑھ رہی ہے جو قیامِ پاکستان کے پس منظر سے ناواقفیت کی دلیل ہے

نیو ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کرنے کیلئے پاکستان' ایران اور افغانستان پر مشتمل اسلامی بلاک ہی آخری چٹان ثابت ہو سکتا ہے

جب تک ہم وجودِ انسانی کے دورخے پن کو نہیں سمجھ لیتے' بہت سی قرآنی آیات ہمارے لئے ناقابلِ فہم رہیں گی

مسجد دارالسلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۰/دسمبر ۹۹ء کے خطابِ جمعہ کے اہم نکات

(مرتب : فرقان دانش خان)

ہمارے لئے رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کی اصل اہمیت اس وقت تک بے معنی ہوگی جب تک ہم یہ شعور حاصل نہ کرلیں کہ انسان دو مختلف بلکہ متضاد اجزاء سے مل کر بنا ہے۔ گویا انسان دوہرے وجود کا مالک ہے۔ ایک وجود کا تعلق زمین سے ہے جسے حیوانی وجود کہا جاتا ہے' جبکہ دوسرا وجود روحانی ہے جس کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہے۔ احادیث مبارکہ کی رو سے رمضان المبارک میں دن کے روزہ اور رات کے قیام کے دو آتشہ پروگرام کا مقصد یہ ہے کہ دن کے وقت روزہ رکھنے سے جسمانی خواہشات کی گرفت کمزور کرنے میں مدد ملتی ہے جبکہ رات کو قرآن مجید کی تلاوت روح کی آبیاری کا کام دیتی ہے اور اس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام (قرآن مجید) سے ہمارے ربط کی تجدید ہوتی ہے۔ پروردگار عالم کا یہ ارشاد کہ "روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔" صرف اسی صورت میں سمجھا جا سکتا ہے جب ہمیں احساس ہو کہ روزہ روحانی نشوونما کا باعث بنتا ہے اور یہ کہ ہماری ارواح کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ گہرا اور لافانی رشتہ ہے۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی لاہور کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا۔

ڈاکٹر صاحب نے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی روشنی میں ارواحِ انسانی کی حقیقت اور ذاتِ باری تعالیٰ سے اس کا تعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ابتداء میں خدا کے سوا کچھ موجود نہ تھا لیکن جب اللہ نے اس کائنات کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے امر "کن" نے ایک نہایت لطیف و بسیط اور خنک و پر سکون نور کی صورت اختیار کرلی جس میں نہ حرارت تھی نہ کوئی حرکت ــــــ اس نور سے اللہ تعالیٰ نے جملہ ملائکہ کرام اور انسانی ارواح کو پیدا فرمایا۔ انہی ارواح سے اللہ تعالیٰ نے عہد الست لیا اور انہیں مخزنِ ارواح میں محفوظ کردیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ کے دوسرے امر "کن" کے نتیجے میں اس نور میں ایک دھماکہ ہوا جسے سائنس آج Big Bang سے تعبیر کرتی ہے۔ اس دھماکے کے نتیجے میں اس نور نے نار کی شکل اختیار کرلی۔ اسی نار سے جنات کی تخلیق کی گئی۔ بعد ازاں یہ ناری ہیولیٰ مختلف حصوں میں تقسیم ہوتا گیا جس سے کہکشائیں اور ناری کرے وجود میں آئے۔ ابداعِ کائنات کے آخری مرحلے میں بہت سے ناری کرے ٹھنڈے پڑنے شروع ہوئے جن میں ہماری یہ زمین بھی شامل تھی۔ البتہ ٹھنڈے ہونے کے اس عمل کے دو نتائج ظاہر ہوئے ایک یہ کہ جیسے ہی کوئی کرہ ٹھنڈا ہوا تو اس کی سطح پر راکھ کی تہہ جم گئی ہے۔ اسی طرح کرۂ ارضی پر بھی خاک کی ایک تہہ پیدا ہوگئی جو کل حیاتِ ارضی' نباتاتی و حیواناتی کا مادہ تخلیق ہے۔ دوسرا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ زمین کے ٹھنڈے ہونے کی وجہ سے کچھ بخارات نکل کر اس کے گرد فضا میں جمع ہوگئے جہاں ہائیڈروجن اور آکسیجن کے ملاپ سے پانی وجود میں آیا۔ یہ پانی موسلادھار بارش کی صورت میں واپس زمین پر ہی برسنا شروع ہوگیا۔ بارش کا یہ سلسلہ صدیوں جاری رہا۔ زمین پر جمع ہونے والے پانی اور مٹی کے ملاپ سے جو گارا وجود میں آیا' اس میں اللہ کے حکم سے حیاتِ ارضی پیدا ہوگئی۔ اس حیات نے ترقی کرتے کرتے حیوان انسان کی شکل اختیار کی جسے بائیالوجی کی اصطلاح میں homo sapiens کہتے ہیں۔ یہ حیوانِ انسان مادی جسم اور جان پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد اللہ نے حیوان انسان میں سے آدم کو منتخب کرکے اس میں روح پھونکی۔ اس طرح وجود میں آنے والے حضرت آدم علیہ السلام کو خلافتِ ارضی کا منصب عطا ہوا۔ انسانی وجود میں روحِ ربانی کے موجود ہونے کو قرآن کی کئی آیات میں بیان کیا گیا ہے اور فرشتوں کو بھی حضرت آدمؑ کے سامنے ان کے مادی جسم کی وجہ سے نہیں بلکہ اس روحانی وجود کی وجہ سے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا گیا تھا' جس کا ذاتِ باری تعالیٰ سے گہرا تعلق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک ہم ذاتِ انسانی کے دورخے پن کو نہیں سمجھ لیتے' بہت سی قرآنی آیات ہمارے لئے ناقابلِ فہم رہیں گی۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے فرمایا کہ قرآن کریم میں اس قسم کے عمیق فلسفیانہ حقائق بالعموم کنایوں کی صورت میں آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کے ابتدائی مخاطبین باطنی فلسفیانہ مباحث کی طرف مائل نہ تھے اور ایسے حقائق کا بلاواسطہ یا مفصل اظہار انہیں قرآن کی عملی راہنمائی سے متعلق الجھن میں مبتلا کر سکتا تھا۔ چونکہ قرآن تمام انسانوں کی عملی اور علمی' دونوں سطحوں پر راہنمائی کرتا ہے اس لئے قرآن نے ایسے مسائل کو تمثیلوں کے انداز میں بیان کیا ہے تاکہ ہر انسان اپنی ذہنی سطح کے مطابق ان حقائق کا کچھ نہ کچھ ادراک حاصل کر سکے۔ وہ لوگ جو فلسفیانہ سوالات پر غور وخوض کا فطری داعیہ رکھتے ہیں وہ قرآن مجید کی آیات میں بیان کردہ عمیق حقائق تلاش کر سکتے ہیں' جبکہ اوسط ذہانت کا حامل ایک فرد بھی اپنی استعداد اور ذوق کے مطابق کلام اللہ سے راہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے چیچنیا پر روس کے مظالم کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اس صدی کے آخری برس اور انسانی ترقی کے روشن دعیاں دور میں دنیا کی نام نہاد تہذیب یافتہ اقوام کا اس بربریت کو رکوانے کے لئے چند غیر مؤثر بیانات جاری کرنے کے سوا اور کچھ نہ کرنا' انسانی تہذیب کی انتہائی شرمناک مثال ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ

ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ مسلمان اجتماعی طور پر دنیا میں اللہ کے نمائندہ ہیں لیکن کشمیر' بوسنیا' کوسوو' عراق' چیچنیا اور دوسرے مقامات پر مسلمانوں کے مصائب کو دیکھ کر ہمیں سوچنا چاہئے کہ آخر مسلمانوں کو دنیا بھر میں ذلیل و رسوا کیوں کیا جا رہا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اسلام کو ایک عملی حقیقت کے طور پر پیش کر کے پوری انسانیت کی راہنمائی کے اسلامی فریضے کی بجا آوری میں ناکام رہے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے فرمایا کہ امت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے طور پر یہ مشکلات و آلام اس وقت تک جاری رہیں گی جب تک ہم کم از کم کسی ایک ملک میں دین اسلام کا عادلانہ نظام قائم نہیں کرتے جو پوری دنیا کے لئے مشعل راہ بن جائے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پاکستان کا حصول' اسلام کے نام پر ہوا تھا لیکن پچھلی نصف صدی کی تاریخ گواہ ہے کہ ہم اللہ کے دین کو غالب کرنے کے وعدے کو پورا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت ملک کو مکمل طور پر لادینیت کی طرف لے جا رہی ہے جو قیام پاکستان کے پس منظر سے ناواقفیت کی دلیل ہے جس کی شہادت حکومت میں شامل کئے جانے والے افراد سے ملتی ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ جہاں سیکولرازم آتا ہے وہاں اقلیتیں پھلتی پھولتی ہیں چنانچہ حکومت کے اس طرزِ عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ قادیانیت کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اگر حکومت نے قادیانیت کے فروغ کی روک تھام کے لئے مؤثر اقدامات نہ کئے تو عوام اور دینی جماعتوں کی طرف سے خطرناک ردعمل ظاہر ہوگا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ حکومت کو حصول پاکستان کے پس منظر کا شعور اور اس حقیقت کا احساس ہونا چاہئے کہ یہ ملک اسی وقت اپنے قدموں پر کھڑا ہو گا جب یہاں اسلام کا نفاذ ہو گا' لیکن اس اہم ترین حقیقت کا ادراک کرنے کی بجائے موجودہ حکومت قرضوں کی ری شیڈولنگ کو اپنی بہت بڑی "کامیابی" کے طور پر پیش کر رہی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ چیف ایگزیکٹو کا دورۂ ایران صحیح سمت میں ایک قدم ہے۔ انہوں نے کہا کہ نئے عالمی چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایران' پاکستان اور افغانستان پر مشتمل اسلامی بلاک ہی آخری چٹان ثابت ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں ایران نے افغانستان کے لئے اپنی سرحدیں کھول کر انتہائی مثبت پیش رفت کی ہے۔

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا زنور مصطفیٰ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ ؐ است

خبر نامہ اسلامی امارت افغانستان

ضربِ مؤمن' ۱۰ تا ۱۶ دسمبر ۹۹ء

اسلامی ممالک چیچن بھائیوں کی فوراً مدد کریں ○ ملا محمد عمر

امیرالمومنین ملا محمد عمر نے اسلامی ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ چیچنیا پر روسی جارحیت اور مظالم کی شدید مذمت کریں۔ قندھار سے جاری شدہ اپنے ایک بیان میں انہوں نے کہا کہ روسی افواج کے چیچنیا پر شدید حملوں اور بدترین مظالم کی اسلامی ممالک کے سربراہوں اور عوام کو شدید مذمت کرنی چاہئے۔ انہوں نے اسلامی کانفرنس کی تنظیم اور اسلامی ممالک سے مطالبہ کیا کہ وہ روس کی وحشت ناک جارحیت اور یلغار کے خلاف سراپا احتجاج بن جائیں۔ امیرالمومنین نے کہا کہ مسلم ممالک اگر ان روسی حملوں کو ظلم سمجھتے ہیں تو پھر خاموش رہنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ انہوں نے اسلامی ممالک سے اپیل کی کہ وہ خاموش تماشائی بننے کی بجائے روسی حملوں کی مذمت کرتے ہوئے اپنے چیچن بھائیوں کی فوری مدد کریں۔ انہوں نے اقوام متحدہ کو بھی شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ نے جان بوجھ کر چیچن مسئلے پر خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔ چیچنیا پر روسی حملے بدترین دہشت گردی ہیں۔ ملا محمد عمر نے کہا کہ اسلامی کانفرنس کی تنظیم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے مظالم پر خاموشی اختیار کئے ہوئے ہے تو پھر اس کی ذمہ داری کیا ہے؟

طالبان پر کمسن بچوں کو لڑانے کا الزام غلط ہے ○ سربراہ' اقوام متحدہ کمیشن

کابل میں اقوام متحدہ کے کمیشن کے سربراہ ایرک ڈیمول نے کہا ہے کہ انہیں افغانستان میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ طالبان اپنے مخالفین کی لڑائی میں کم عمر لڑکوں کو لڑا رہے ہیں۔ طالبان کے ہمراہ کابل کے شمال میں محاذ جنگ کا دورہ کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ واحد نوجوان جو انہوں نے دیکھا وہ ایک خانساماں تھا۔ واضح رہے کہ کوفی عنان کے اس بیان کے بعد جس میں انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ طالبان لڑائی میں کمسن بچے استعمال کر رہے ہیں۔ طالبان نے کوفی عنان سے کہا تھا کہ وہ اپنے اس الزام کی فوری تردید کریں ورنہ وہ اقوام متحدہ کے اہلکاروں کو محاذ جنگ کا دورہ کروائیں۔ کوفی عنان کی طرف سے اس بات کا کوئی جواب نہ دینے پر طالبان حکام کابل میں اقوام متحدہ کے عملے کو گزشتہ روز شمال میں محاذ جنگ پر لے گئے تھے۔

مغربی دنیا پر اسلامی نظام کا خوف طاری ہے ○ مولوی عبدالکبیر

اسلام امن' سلامتی' خوشحالی اور ترقی کا نظام ہے بدامنی' بدنظمی کا نہیں۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اسلامی امارت کی بقاء اور استحکام کے لئے جدوجہد کرے۔ صوبہ ننگار کے گورنر مولوی عبدالکبیر نے جلال آباد میں علماء' قومی نمائندوں اور جہادی کمانڈروں کے ایک مشترکہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی نظام اور قرآنی احکام پر عمل درآمد کرنا' اقتصادی پابندیوں اور عالمی دباؤ کی بنیادی وجوہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت پوری مغربی دنیا پر اسلامی نظام کا خوف طاری ہے اور وہ مسلمانوں سے لرزہ براندام ہے۔ اقتصادی پابندیاں ہمارے حوصلے پست نہیں کر سکتیں ہم ان شاء اللہ کبھی بھی اپنے مقاصد سے منحرف نہیں ہوں گے۔

اقوام متحدہ انسانی حقوق کے تحفظ میں ناکام ہو گیا ہے ○ مولوی متوکل

اقوام متحدہ کا ادارہ مذہبی اور انسانی حقوق کے بارے میں ناکام ہو گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان کے نام اپنے ایک پیغام میں امارت اسلامی افغانستان کے وزیر خارجہ مولوی وکیل احمد متوکل نے کہا ہے کہ اگر اقوام متحدہ آریانہ ایئرلائنز کو حج و عمرہ کی خاطر سعودی عرب جانے کے لئے پروازوں کی اجازت نہیں دیتی تو درحقیقت وہ اپنے منشور کی مخالفت کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ نے ابھی تک اپنے وعدوں پر عمل نہیں کیا اور استثنیٰ کی صورتوں میں جن پروازوں کے متعلق کمیٹی بنا دی گئی ہے اس نے ابھی تک کوئی قدم نہیں اٹھایا اس لئے ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اقوام متحدہ مذہبی مسائل کے بارے میں آزادی کے اصول پر عمل پیرا ہے۔

روزہ کو اجتماعی عمل بنانے کی حکمت

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

نماز کی طرح روزہ بھی بجائے خود ایک انفرادی عمل ہے' لیکن جس طرح نماز کے ساتھ جماعت کی شرط لگا کر اس کو انفرادی سے اجتماعی فعل میں تبدیل کر دیا گیا ہے' اسی طرح روزے کو بھی ایک ذرا سی حکیمانہ تدبیر نے انفرادی عمل کے بجائے اجتماعی عمل بنا کر اس کے فوائد و منافع کو اتنا بڑھا دیا ہے کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ تدبیر بس اتنی سی ہے کہ روزہ رکھنے کیلئے ایک خاص مہینہ مقرر کر دیا گیا۔ اگر شارع کے پیش نظر محض افراد کی اخلاقی تربیت ہوتی تو اس کیلئے یہ حکم دینا کافی تھا کہ ہر مسلمان سال بھر کے دوران جب چاہے ۳۰ دن کے روزے رکھ لیا کرے۔ لیکن ضبط نفس کی مشق کیلئے یہ صورت زیادہ مناسب تھی' کیونکہ اجتماعی عمل سے روزہ رکھنے میں جو آسانی افراد کیلئے پیدا ہو جاتی ہے وہ انفرادی عمل کی صورت میں نہ ہوتی اور ہر شخص کو اپنا فرض ادا کرنے میں نسبتاً زیادہ شدت کے ساتھ اپنی قوتِ ارادی استعمال کرنی پڑتی۔ لیکن اسلام کا قانون جس حکیم نے بنایا ہے اس کی نگاہ میں افراد کی ایسی تیاری کسی کام کی نہیں ہے جس کے نتیجے میں ایک جماعت صالحہ وجود میں نہ آئے۔ اس لئے اس نے روزے کو محض ایک انفرادی عمل بنانا پسند نہیں کیا' بلکہ سال بھر میں ایک مہینہ روزے کیلئے مخصوص کر دیا تاکہ سب مسلمان بہ یک وقت روزہ رکھیں اور وہی نظام تربیت جس سے افراد تیار ہوں' ایک صالح اجتماعی نظام بنانے میں بھی مددگار ہو جائے۔

اس حکیمانہ تدبیر سے روزے کے اخلاقی و روحانی منافع میں جو اضافہ ہوا ہے اس کی طرف یہاں چند مختصر اشارات کئے جاتے ہیں:

تقویٰ کی فضا

اجتماعی عمل کی اولین خصوصیت یہ ہے کہ اس سے ایک خاص قسم کی نفسیاتی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک شخص انفرادی طور پر کسی ذہنی کیفیت کے تحت کوئی کام کر رہا ہو اور اس کے گرد و پیش دوسرے لوگوں میں نہ وہ ذہنی کیفیت ہو اور نہ وہ اس کام میں اس کے شریک ہوں' تو وہ اپنے آپ کو اس ماحول میں بالکل اجنبی پائے گا۔ اس کی کیفیت ذہنی صرف اسی کی ذات تک محدود اور صرف اسی کی نفسی قوتوں پر منحصر رہے گی' اس کو نشوونما پانے کیلئے ماحول سے کوئی مدد نہ ملے گی' بلکہ ماحول کے مختلف اثرات اس کیفیت کو بڑھانے کے بجائے الٹا گھٹا دیں گے۔ لیکن اگر وہی کیفیت پورے ماحول پر طاری ہو' اگر تمام لوگ ایک ہی خیال اور ایک ہی ذہنیت کے تحت ایک ہی عمل کر رہے ہوں تو معاملہ برعکس ہو گا۔ اس وقت ایک ایسی اجتماعی فضا بن جائے گی جس میں پوری جماعت پر وہی ایک کیفیت چھائی ہوئی ہو گی اور ہر فرد کی اندرونی کیفیت' ماحول کی خارجی اعانت سے غذا لے کر' بے حد و حساب بڑھتی چلی جائے گی۔

ایک ایک سپاہی کا الگ الگ جنگ کرنا اور مہالک جنگ برداشت کرنا کس قدر مشکل ہے؟ مگر جہاں فوج کی فوج ایک ساتھ مارچ کر رہی ہو وہاں جذبات شہامت و حماست کا ایک طوفان امنڈ آتا ہے جس میں ہر سپاہی مستانہ وار بہتا چلا جاتا ہے۔ نیکی ہو یا بدی' دونوں کی ترقی میں اجتماعی نفسیات کو غیر معمولی دخل حاصل ہے۔ جماعت مل کر بدی کر رہی ہو تو فحش' بے حیائی اور بدکاری کے جذبات ابل پڑتے ہیں۔ اور جماعت مل کر نیکی کر رہی ہو تو پاکیزہ خیالات اور نیک جذبات کا سیلاب آ جاتا ہے جس میں بد بھی نیک بن جاتے ہیں' خواہ تھوڑی دیر کیلئے سہی۔

اجتماعی روزے کا مہینہ قرار دے کر رمضان سے شارع نے یہی کام لیا ہے۔ جس طرح آپ دیکھتے ہیں کہ ہر غلہ اپنا موسم آنے پر خوب پھولتا پھلتا ہے اور ہر طرف کھیتوں پر چھایا ہوا نظر آتا ہے' اسی طرح رمضان کا مہینہ گویا خیر و صلاح اور تقویٰ و طہارت کا موسم ہے' جس میں برائیاں دبتی ہیں' نیکیاں پھلتی ہیں' پوری پوری آبادیوں پر خوف خدا اور حب خیر کی روح چھا جاتی ہے' اور ہر طرف پرہیزگاری کی کھیتی سرسبز نظر آنے لگتی ہے۔ اس زمانے میں گناہ کرتے ہوئے آدمی کو شرم آتی ہے' ہر شخص خود گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے کسی دوسرے بھائی کو گناہ کرتے دیکھ کر اسے شرم دلاتا ہے۔ ہر ایک کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ کچھ بھلائی کا کام کرے' کسی غریب کو کھانا کھلائے' کسی ننگے کو کپڑا پہنائے' کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے' کہیں کوئی نیک کام کر رہا ہو تو اس میں حصہ لے' کہیں کوئی بدی ہو رہی ہو تو اسے روکے۔ اس وقت لوگوں کے دل نرم ہو جاتے ہیں' ظلم ہاتھ سے رک جاتے ہیں' برائی سے نفرت اور بھلائی سے رغبت پیدا ہو جاتی ہے' توبہ اور خشیت و انابت کی طرف طبیعتیں مائل ہوتی ہیں' نیک بہت نیک ہو جاتے ہیں اور بد کی بدی اگر نیکی میں تبدیل نہیں ہوتی تب بھی اس جلاب سے اس کا اچھا خاصا تنقیہ (صفائی) ضرور ہو جاتا ہے۔ غرض اس زبردست حکیمانہ تدبیر سے شارع نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ ہر سال ایک مہینے کیلئے پوری اسلامی آبادی کی صفائی ہوتی رہے' اس کو اوورہال کیا جاتا رہے' اس کی کایا پلٹی جائے اور اس میں مجموعی حیثیت سے روح اسلامی کو از سر نو زندہ کر دیا جائے۔ اسی بنا پر نبی ﷺ نے فرمایا:

"جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین باندھ دیئے جاتے ہیں"۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

"جب رمضان کی پہلی تاریخ آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن باندھ دیئے جاتے ہیں۔ دوزخ کی طرف جانے کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور جنت کی طرف جانے کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں رہتا۔ اس وقت پکارنے والا پکارتا ہے' اے بھلائی کے طالب آگے بڑھ اور برائی کے خواہش مند ٹھہر جا"۔

سکتہ کے مریض کا آخری امتحان اس طرح کیا جاتا ہے کہ اس کی ناک کے پاس آئینہ رکھتے ہیں۔ اگر آئینے پر کچھ دھندلاہٹ سی پیدا ہو تو سمجھتے ہیں کہ ابھی جان باقی ہے' ورنہ اس کی زندگی کی آخری امید بھی منقطع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی کسی بستی کا تمہیں امتحان لینا ہو تو اسے رمضان کے زمانے میں دیکھو۔ اگر اس مہینے میں اس کے اندر تقویٰ' کچھ خوف خدا' کچھ نیکی کے جذبے کا ابھار نظر آئے تو سمجھو ابھی زندہ ہے۔ اور اگر اس مہینے میں بھی نیکی کا بازار سرد ہو' فسق و فجور کے آثار نمایاں ہوں' اور حس مردہ نظر آئے تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لو۔ اس کے بعد زندگی کا کوئی سانس "مسلمان" کیلئے مقدر نہیں ہے۔

جماعتی احساس

اجتماعی عمل کا دوسرا اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے لوگوں میں فطری اور اصلی وحدت پیدا ہوتی ہے۔ نسل یا زبان یا مرزبوم (مملکت) یا معاشی اغراض کا اشتراک فطری قومیت پیدا نہیں کرتا۔ آدمی کا دل صرف اسی سے ملتا ہے'

جو خیالات اور عمل میں اس سے ملتا ہو۔ یہ اصلی رشتہ ہے جو دو آدمیوں کو ایک دوسرے سے باندھتا ہے۔ اور جس کے ساتھ خیالات اور عمل میں اتفاق نہ ہو اس سے کبھی دل نہیں ملتا' خواہ دونوں ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہوں۔ جب کوئی شخص اپنے گرد و پیش کے لوگوں کو ذہنیت اور عمل میں اپنے سے مختلف پاتا ہے تو صریح طور پر اپنے آپ کو ان کے درمیان اجنبی محسوس کرتا ہے۔ مگر جب بہت سے لوگ مل کر ایک ہی ذہنی کیفیت کے ساتھ ایک ہی عمل کرتے ہیں تو ان میں باہم یگانگت' رفاقت' یک جہتی اور برادری کے گہرے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان کے درمیان کوئی اجنبیت باقی نہیں رہتی۔ قلب و روح کا اشتراک اور عمل کا اتفاق ان کو آپس میں جوڑ کر ایک کر دیتا ہے۔

خواہ نیکی ہو یا بدی' دونوں صورتوں میں اجتماعی نفسیات اسی طرح کام کرتے ہیں۔ چوروں میں چوری کا اشتراک اور شرابیوں میں شراب نوشی کا اشتراک بھی یونہی برادری پیدا کرتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ بدی کے راستے میں افراد کی نفسانیت کا دخل رہتا ہے جس کا فطری میلان فرد فرد کو پھاڑ کر الگ کر دینے کی طرف ہے' اس لئے ایسے راستوں میں برادری کبھی بے آلائش اور مستحکم نہیں ہوتی۔ بخلاف اس کے نیکی کے راستے میں نفسانیت دبتی ہے' انسانی روح کو حقیقی تسکین ملتی ہے' اور پاک جذبات کے ساتھ آدمی اس راستے پر چلتا ہے۔ اس لئے نیک خیالات اور نیک عمل کا اشتراک وہ بہترین رشتہ اخوت پیدا کرتا ہے جس سے زیادہ مستحکم اجتماعی رابطے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

نماز با جماعت کی طرح رمضان کے اجتماعی روزے مسلمانوں میں اسی نوع کی برادری پیدا کرتے ہیں۔ تمام لوگوں کا ایک خدا کی رضا چاہنا' اسی کی رضا کیلئے بھوک پیاس کی تکلیف اٹھانا' اسی کے خوف سے برائیوں کو چھوڑنا اور ایک دوسرے کو برائیوں سے روکنا' اسی کی محبت میں بھلائیوں کی طرف دوڑنا اور ایک دوسرے کو بھلائی پر اکسانا' یہ چیز ان میں بہترین قسم کی وحدت' اسی صحیح ترین فطری قومیت' پاکیزہ ترین اجتماعی ذہنیت اور ایسی ہمدردی و رفاقت پیدا کرتی ہے جو ہر کھوٹ سے خالی ہے۔

امداد باہمی کی روح

اس اجتماعی عبادت کا تیسرا زبردست کام یہ ہے کہ یہ عارضی طور پر تمام لوگوں کو ایک سطح پر لے آتی ہے۔ اگرچہ امیر امیر ہی رہتا ہے اور غریب غریب' لیکن روزہ چند گھنٹوں کیلئے امیر پر بھی وہ کیفیت طاری کر دیتا ہے' جو اس کے فاقہ کش بھائی پر گزرتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی مصیبت حقیقی طور پر محسوس کرتا ہے' اور خدا کی رضا چاہئے کا جذبہ اسے غریب بھائیوں کی مدد کرنے پر اکساتا ہے۔ بہ ظاہر یہ ایک چھوٹی سی بات معلوم ہوتی ہے مگر اس کے اخلاقی و تمدنی فوائد بے شمار ہیں۔ جس قوم کے امیروں میں غریبوں کی تکالیف کا احساس اور ان کی عملی ہمدردی کا جذبہ ہو' اور جہاں صرف اداروں ہی کو خیرات نہ دی جاتی ہو' بلکہ فرداً فرداً بھی حاجت مندوں کو تلاش کر کے مدد پہنچائی جاتی ہو' وہاں نہ صرف یہ کہ قوم کے کمزور حصے تباہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں' نہ صرف یہ کہ اجتماعی فلاح برقرار رہتی ہے بلکہ غربت اور امارت میں حسد کے بجائے محبت کا' شکر گزاری اور احسان مندی کا تعلق قائم ہوتا ہے اور وہ طبقاتی جنت کبھی رونما نہیں ہو سکتی' جو ان قوموں میں ہوتی ہے جن کے مال دار لوگ جانتے ہی نہیں کہ فقر و فاقہ کیا چیز ہوتی ہے' جو قحط کے زمانے میں تعجب سے پوچھتے ہیں کہ لوگ بھوک کے کیوں مر رہے ہیں۔ انہیں روٹی نہیں ملتی تو یہ کیک کیوں نہیں کھاتے؟

یہ اسلام کا دوسرا عملی رکن ہے' جس کے ذریعے سے اسلام اپنے افراد کو فرداً فرداً ایک خاص قسم کی اخلاقی تربیت دے کر تیار کرتا ہے اور پھر انہیں جوڑ کر ایک خاص طرز کی جماعت بناتا ہے۔ اسلام کا آخری قصد جس مدنیت صالحہ اور حکومت الٰہیہ کو وجود میں لانا ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی اس طرح نماز اور روزے کے ذریعے سے چھیل بنا کر تیار کئے جاتے ہیں۔ اس کے اہل کار' عہدے دار اور وزراء' اس کے معلم اور پروفیسر' اس کے قاضی اور مفتی' اس کے تاجر' مزدور' کارخانہ دار اور کسان' اس کے رائے دہندے' نمائندے اور شہری' سب اس تربیت کے بعد کہیں اس قابل ہوتے ہیں کہ ان کے اجتماع سے وہ صالح' تمدنی و سیاسی نظام بن سکے جسے "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ محض اَن گھڑ افراد کو لے کر خلافت الٰہیہ قائم کرنے کیلئے دوڑ جانا' ایسی خام خیالی و خام کاری ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ بری ہیں۔

(اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر' ص ۱۰۹۔ ۱۱۹)

بقیہ : قرضوں کی جنگ

سینٹر بیری (Barry Goldwater) نے کہا :

"عام شہری کو انٹرنیشنل بینکرز کے نام کی سمجھ نہیں ہے۔ فیڈرل ریزرو سسٹم کے حسابات کا کبھی آڈٹ نہیں ہوا۔ وہ حکومت کے کنٹرول سے باہر ہے اور اس کا بورڈ ہی حکومت کے قرضے کا سارا جوڑ توڑ کرتا ہے"۔

لیری بینس لکھتا ہے :

"فیڈ (Fed) حکومت سے زیادہ طاقتور ہے۔ وہ صدر' کانگریس اور عدالتوں سے زیادہ طاقتور ہے۔ یہ اس لئے کہ یہ فیڈ ہی ہے جو عام آدمی کی کار اور مکان کی ادائیگی کا حساب کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ آدمی کوئی کام بھی کرتا ہے یا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مکمل کنٹرول ہے۔ فیڈ امریکی حکومت کا سب سے بڑا اور واحد قرض خواہ ہے۔ اور وہ ضرب المثل کیا ہے مقروض قرض خواہ کا خادم ہوتا ہے"۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس دن سے جب آئین پاس ہوا۔ آج تک پرائیویٹ بینک جنہیں صدر میڈیسن (Madison) نے منی چینجرز سے کہا امریکن روپے پر کنٹرول کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ روپے پر کنٹرول کی اہمیت کیا ہے؟ ایک ایسی جنس (commodity) جس کی ہر ایک کو ضرورت ہو اور جو کسی کے پاس کافی نہ ہو تو اس کو کنٹرول کرنے والا اس سے کئی طرح کے فائدے اٹھا سکتا ہے اور سیاسی رسوخ پیدا کر سکتا ہے۔ بس اسی بات کے لئے لڑائی ہے۔ امریکن تاریخ میں یہ اختیار حکومت اور پرائیویٹ سنٹرل بینکوں کے درمیان بدلتا رہتا ہے لوگوں نے چار پرائیویٹ بینکوں کو شکست دی لیکن پانچویں سے ہار گئے' کیونکہ اس وقت سول وار ہو رہی تھی۔

بانیان قوم کو پرائیویٹ بینکوں کی برائی کا علم تھا کیونکہ انہوں نے بینک آف انگلینڈ' جو پرائیویٹ کنٹرول میں تھا کے قرضوں کو بڑھتے دیکھا تھا' جن قرضوں کی وجہ سے پارلیمنٹ نے امریکی کالونیوں پر ناجائز ٹیکس لگا دیئے تھے۔

بن فرینکلن (Ben Franklin) نے کہا :

"امریکن انقلاب کی اصلی وجہ یہی تھی۔ بینکوں کے پاس روپے اور طاقت کا خطرناک اجتماع تھا"۔

جیفرسن (Jefferson) نے کہا :

"بینک آزادی کے لئے فوجوں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ انہوں نے پہلے ہی ایک زرگر اشرافیہ پیدا کر دی ہے جس کو حکومت کے مقابلے میں کھڑا کر دیا ہے۔ روپیہ جاری کرنے کی طاقت حکومت کے پاس ہونی چاہئے"۔

آئین کا بڑا مصنف میڈیسن کہتا ہے :

"تاریخ کا فیصلہ ہے کہ منی چینجرز ہر قسم کی برائی' سازش' دھوکا اور متشدد طریقہ استعمال کرتے ہیں تاکہ روپے اور اس کے اجراء پر کنٹرول رکھ کر حکومتوں کو کنٹرول کر سکیں"۔

اس کنٹرول کے لئے جنگیں ہوئیں' کساد بازاری ہوئی لیکن پہلی جنگ عظیم کے بعد پریس اور تاریخ کی کتابوں میں اس مقابلے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ (جاری ہے)

قرضوں کی جنگ

امریکہ میں The Money Masters (دولت کے مالک) کے عنوان سے ایک وڈیو تیار ہوئی ہے۔ جس کے ذریعے دنیا میں موجود بینکنگ کے نظام کے پس منظر پر روشنی ڈالنے کے علاوہ عالمی سطح پر اس کے مکروہ کردار سے بھی عمدگی کے ساتھ نقاب کشائی کی گئی ہے۔ ساڑھے تین گھنٹے کی یہ وڈیو 40 ڈالر میں ذیل کے پتہ پر دستیاب ہے:

Call : 1-888-THE PLOT (ext.60)

http:/www.themoneymasters.com

or write: P.O Box 4005, Joplin, MO 64803-4005

اسے دو امریکی دانشوروں Patrick S.J Carmak اور Bill Still نے مل کر تیار کیا ہے۔ کارمک' کارپوریٹ لاء میں وکالت کرتے رہے ہیں۔ اوکلاہاما سٹیٹ میں کارپوریشن کمیشن کے سابق لاء جج اور یو۔ ایس سپریم کورٹ بار کے ممبر تھے۔ اس وڈیو کا انگریزی مسودہ لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر محمد ایوب خان نے اردو ترجمہ "سونے کے مالک" کے نام سے شائع کیا ہے۔ جسے ہم ان کے شکریہ کے ساتھ معمولی تبدیلی اور اضافہ کرتے ہوئے قارئین کی دلچسپی کیلئے ندائے خلافت میں بھی شائع کر رہے ہیں۔ امید ہے یہ سلسلہ موجودہ استحصالی مالیاتی نظام سے پیدا ہونے والی سنگینی کو کسی حد تک سمجھنے اور اسکے خلاف کچھ کرنے کا جذبہ بیدار کرنے کا باعث ہو گا۔ (ادارہ)

۱) مسئلہ کیا ہے؟

امریکہ میں ایک وقت ایسا تھا کہ جب کسی سے پوچھا جاتا کہ وہ کس کے لئے کام کرتا ہے تو وہ اسے بے عزتی سمجھتا تھا' کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنا ذاتی کام کرنے کا نااہل تھا۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ دوسروں پر دارومدار اور ان کی مرضی کے مطابق معمولی اجرت پر کام کرنا عام بات ہو گئی ہے۔ چونکہ آزادی کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ آدمی کے پاس خوراک 'کتابیں' کپڑے وغیرہ ہوں اور ان کے لئے ضروری روپیہ بھی ہو اس لئے ہمیں تسلیم کرنا ہو گا کہ اب عام امریکن کا دارومدار دوسروں پر ہے اور اس کی آزادی محدود ہو گئی۔

اس صدی کے شروع سے افراد پر اور ریاستوں پر قرضے کی مقدار بڑھ گئی ہے۔ نتیجتاً اپنے معاملات طے کرنے کے لئے ان کی آزادی بھی کم ہو گئی ہے۔ آزادی کو حاصل کرنے اور باقی رکھنے کے لئے دولت کی اوسط مقدار کا عام پھیلاؤ ضروری ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کیوں سر تک قرضوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور کیوں ہمارے سیاستدان قرضوں کو قابو میں نہیں لا سکتے؟

کیوں لوگ ـــــ باپ اور ماں دونوں ـــــ معمولی تنخواہوں پر کام کر رہے ہیں؟ حکومت کیوں کہتی ہے کہ افراط زر کم ہے جبکہ لوگوں کی قوت خرید خطرناک حد تک کم ہو رہی ہے۔ ۲۵ سال پہلے ڈبل روٹی کی قیمت ۱/۴ ڈالر تھی اور کار دو ہزار ڈالر میں مل جاتی تھی۔

کیا ہم کسی بے مثال اقتصادی دھماکے کی طرف بڑھ رہے ہیں جس کے سامنے ۱۹۲۹ء کا دھماکہ اور کساد بازاری سکول کی پکنک معلوم ہوں گے؟ اگر ایسا ہے تو کیا ہم اسے روک سکتے ہیں یا کیا ہم افراط زر کی پیدا کردہ غریبی کو پہنچ جائیں گے جس سے بچتوں' تنخواہوں اور مزدوریوں کا خاتمہ ہو جائے گا مگر پھر بھی ہم اپنے خاندان کو کیسے بچا سکیں گے؟

ایک بینک پریذیڈنٹ لیری بیٹس (Lary Bates) لکھتا ہے:

"ایک بے مثال دھماکہ آنے والا ہے۔ زیادہ لوگ اپنا روپیہ ہار بیٹھیں گے اس سے زیادہ جو پہلے کبھی ہوا۔ مگر اس سے بھی بڑی بات یہ ہو گی کہ چند لوگ بہت بڑی دولت کے مالک بن جائیں گے۔ اقتصادی انقلابات میں دولت ختم نہیں ہوتی منتقل ہو جاتی ہے"۔

بینکر چارلس کالنز (Charles Colens) کہتا ہے:

"فیڈرل ریزرو قرضوں کو بڑھا رہا ہے۔ وہ قرضوں کا سود ادا کرنے کے لئے بھی قرضہ لیتا ہے۔ اس لئے ہم قرضوں سے کبھی باہر نہیں نکل سکتے"۔

ماہر معاشیات ہنری پاسکٹ (Henry Pasquet) کہتا ہے:

"قرضوں میں آپ روزانہ دس ارب ڈالر کا اضافہ کر رہے ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں قرضہ ایک ٹریلین ڈالر سے کم تھا۔ ۱۵ سال میں وہ پانچ گنا ہو گیا ہے۔ ایسا ہمیشہ نہیں ہو سکتا"۔

دراصل ہمارا نظام زر انتہائی خراب ہے۔ سنٹرل بینک (فیڈرل ریزرو) حکومت سے آزاد ادارہ ہے وہ بینکوں سے مل کر روپیہ بھی پیدا کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ سودی قرضہ بھی۔ اس لئے ایک گہری کساد بازاری یقینی ہے خواہ وہ اچانک ہو یا بتدریج ہو۔ فیڈرل ریزرو اپنے سٹاک ہولڈروں کو امیر بنانے کے لئے ایسا کر رہا ہے' جیسے اس نے ۱۹۳۰ء میں کساد بازاری کی تھی۔

فیڈرل ریزرو نہ تو فیڈرل ہے اور نہ اس کے پاس کوئی ریزرو ہے کہ اپنے نوٹوں کی پشت پناہی کرے۔

فیڈرل ریزرو ایکٹ صبح ۳۰ : ۱ بجے سے ۳۰ : ۴ بجے کے دوران ۲۲ دسمبر ۱۹۱۳ء کو کمیٹی نے منظور کیا' جب اکثر ممبر سوئے ہوئے تھے۔ کہا گیا کہ ۴۰/۲۰ اعتراض جو سینٹ میں ہوئے ان کو معمولی بحث کے بعد رفع کر دیا گیا۔ اسی شام کو ۶ بجے جب اکثر ممبر کرسمس کی چھٹی پر چلے گئے' یہ بل کانگریس اور سینٹ نے پاس کر دیا اور صدر ولسن نے دستخط کر دیئے۔ اس ایکٹ نے زر کا کنٹرول کانگریس سے لے کر پرائیویٹ بینک کے حوالے کر دیا۔

چنانچہ مصنف انتھونی (Anthony c.Sutton) لکھتا ہے:

"اس تیز رفتاری کا معجزہ نہ پہلے کبھی ظاہر ہوا نہ بعد میں۔ البتہ بنانا تی حکومتوں میں مہریں اس تیزی سے لگائی جاتی ہیں"۔

30 : 4 بجے صبح ایک تیار رپورٹ پریس کے حوالے کر دی گئی۔ کنساس سے ری پبلک لیڈر سینٹر برسٹو (Bristow) نے کہا کہ ان کی پارٹی کو نہ تو اس میٹنگ کی اطلاع دی گئی نہ وہ اس میں شامل ہوئے نہ انہوں نے اسے پڑھا اور نہ دستخط کئے۔

فیڈرل کے حصے داروں میں دو بینکوں کے اکثریتی ووٹ ہیں۔ منہاٹن بینک اور سٹی بینک 52.86% ووٹ۔ لہٰذا کنٹرول ان کے پاس ہے۔'

سوال یہ ہے کہ کانگرس طاقت کے اس خطرناک ارتکاز کو روکتی کیوں نہیں؟ دراصل اکثر ممبران معاملات کو سمجھتے نہیں اور چند جو سمجھتے ہیں ڈرتے ہیں کہ کوئی بولے گا تو اگلے انتخابات میں اس کے مخالف کو روپیہ مل جائے گا۔ اس کے باوجود چند آدمیوں نے ضرور آواز اٹھائی ہے۔ مثلاً ۱۹۲۳ء میں ایک ری پبلکن راہنما لنڈ برگ (A.Lindberg) نے کہا:

"فیڈرل ریزرو بورڈ کو نفع اندوزوں کا ایک گروہ کنٹرول کرتا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دوسروں کے روپے سے نفع کمائے"۔

۱۹۳۲ء میں' جب کساد بازاری چھائی تھی' ایک بینکر لوئی (Louis T.Mefadden) نے کہا:

"اس ملک میں ایک انتہائی بدعنوان ادارہ قائم ہے یعنی فیڈرل ریزرو بورڈ' اس نے امریکی عوام کو کنگال اور گورنمنٹ کو دیوالیہ کر دیا ہے۔ یہ سب پیسے والی گدھوں نے کیا ہے جو اسے کنٹرول کرتی ہیں"۔

(باقی صفحہ ۶ پر)

قرآن و حدیث کی روشنی میں

لھوالحدیث سے کیا مُراد ہے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾

"یقیناً کان اور آنکھ اور دل ان سب کے متعلق تم سے جواب طلبی ہوگی"۔ (بنی اسرائیل : ۳۶)

اسی طرح فرمایا :

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾

"اور انسانوں میں سے کوئی ایسا ہے جو "لھوالحدیث" خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس (قرآن کی دعوت کو) مذاق بنادے' ایسے لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے"۔ (لقمن : ۶)

لھوالحدیث سے کیا مراد ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے قریبی صحابی عبداللہ بن مسعودؓ تین بار قسم کھاکر فرماتے ہیں کہ لھوالحدیث سے مراد گانا بجانا ہے۔

گانا بجانا' فلمیں' ڈرامے اسلام کی دعوت کے خلاف سازش ہیں۔ ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی دعوت کفار مکہ کی ساری کوششوں کے باوجود پھیلتی چلی جارہی تھی تو نضر بن حارث نے (جو اسلام کا دشمن عظیم تھا) قریش والوں سے کہا کہ جس طرح تم محمد ﷺ کا مقابلہ کر رہے ہو اس سے کام نہ چلے گا۔ اب میں ان کی دعوت کو ناکام بنانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ مکہ سے عراق اور ایران چلا گیا اور وہاں سے قصہ گو لایا اور ان کے ذریعے مکہ میں داستانوں اور قصہ گوئی کی محفلیں برپا کرنا شروع کردیں تاکہ لوگوں کی توجہ قرآن سے ہٹے اور وہ ان کہانیوں میں کھو جائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نضر بن حارث نے قرآن کی دعوت کو ناکام بنانے کے لئے گانے والی لونڈیاں بھی خریدی تھیں۔ جس شخص کے بارے میں وہ سنتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے متاثر ہو رہا ہے اس کی طرف اپنی لونڈی بھیجتا اور اس سے کہتا کہ اسے خوب کھلا پلا اور گانا سنا تاکہ تیرے ساتھ مشغول ہو کر اس کا دل قرآن کی دعوت سے ہٹ جائے۔ گویا کہ منکرین اسلام نے کفر کو غالب رکھنے کے لئے ہر طرف گانوں اور بے حیائی اور کھیل تماشہ سے ایک شور برپا کردیا۔ یہ ایک سوچی سمجھی سکیم تھی جس کی نشان دہی اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے :

"جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور جب سنایا جائے تو شور ڈالو تاکہ تم غالب آجاؤ"۔ (حم السجدۃ : ۲۶)

چودہ سو سال پہلے اس قسم کی سازش سے کئی لوگ گمراہ ہوئے اور دین اسلام کی دعوت کو قبول کرنے کی سعادت سے محروم رہے۔ اسلام کے سب سے بڑے دشمن یہودی اور ہندو آج بھی انہی ہتھیاروں کو استعمال میں لاکر مسلمانوں کو اللہ کے دین سے غافل کرنے کے لئے دن رات مصروف ہیں۔ اور وہ یہ کام سوچی سمجھی سکیم کے مطابق کر رہے ہیں۔ یہودیوں نے پوری دنیا کو اپنے قبضہ میں کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا وہ اب منظر عام پر آچکا ہے۔ "تسخیر عالم کا یہودی منصوبہ" نامی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۳۱ پر درج ہے کہ :

"اس بات کو یقینی بنانے کے لئے خود عوام کو یہ سوچنے کا موقع نہ مل سکے کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔ ہم ان کی توجہ تفریح' کھیل تماشوں اور اس قسم کی دوسری خرافات (گانوں' فلموں' سرکس شو وغیرہ) کی طرف موڑ دیں گے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد پریس کے ذریعے ہم فنکاروں' کھلاڑیوں اور اس قسم کے دوسرے لوگوں کے لئے مقابلوں کا اعلان کریں گے۔ یہ کام یقیناً ان لوگوں کے ذریعے کروایا جائے گا جن پر ہمارے ساتھی ہونے کا شبہ بھی نہیں کیا جاسکے گا"

یعنی یہ کام ان کے اپنے لوگ انجام دیں گے۔ جیسے آج کل خود مسلمان ویڈیو سنٹر' سینما گھر' ٹی وی اسٹیشن کے ذریعے فحاشی اور بے حیائی کی تعلیم مسلمانوں کو دے رہے ہیں۔

آج ذرا اپنے گھروں' بازاروں' دفتروں اور سڑکوں پر نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ کیا ہماری اکثریت اسلام دشمنوں کی ان سازشوں کا شکار نہیں ہو چکی۔ کل تک جنہیں ہم فحش گو اور گانے بجانے والے کہتے تھے اور شریف لوگ ان سے دور رہنے میں عافیت سمجھتے تھے وہ آج فنکار بن کر ہیرو بن چکے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سب سے زیادہ اس کی عزت کی جائے۔ اُسے اور اس کے رسول ﷺ ہی کو اپنا اصل محبوب بنایا جائے اور اس کی علامت یہ ہے کہ ہر لحہ اس کے فرماں بردار بن کر رہا جائے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے سب سے زیادہ' بلکہ خود اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" اور اس محبت کی علامت یہ ہے کہ میرا امتی ہر کام کے لئے میرا طریقہ اختیار کرے۔ اور دین ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہم اس کی خاطر ہر اس کام کو چھوڑ دیں جو دین پر عمل کرنے میں رکاوٹ ہو۔ ایسے لوگوں کی رفاقت بالکل اختیار نہ کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے باغی ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اے مسلمانو جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل تماشا بنالیا ہے انہیں دوست نہ بناؤ جو ان لوگوں میں سے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ کافروں کو بھی اپنا دوست نہ بناؤ' اللہ کی نافرمانی سے بچو اگر تم واقعی مسلمان ہو"۔

اب ذرا غور فرمایئے کہ رسول اللہ ﷺ سورۃ لقمن کی لھوالحدیث والی آیت کی تشریح میں کیا فرماتے ہیں :

(۱) گانے والی لونڈی کا بیچنا اور خریدنا اور اس کی تجارت کرنا حلال نہیں ہے اور نہ ہی اس کی (گانے کے ذریعے) کمائی حلال ہے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : لونڈیوں کو گانے بجانے کی تعلیم دینا اور ان کی خرید و فروخت کرنا حلال نہیں ہے اور ان کی قیمت حرام ہے۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو شخص گانے والی لونڈی کی مجلس میں بیٹھ کر اس کا گانا سنے گا قیامت کے روز اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کے مذکورہ بالا ارشادات کے حوالوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ گانا سننا اور سنانا اور بیہودہ فلمیں ڈرامے' قصے' کہانیاں اور ناول تیار کرنا اور بیچنا اور ان سے لطف اندوز ہونا کبیرہ گناہ ہے۔ ان میں مبتلا لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں سخت دردناک عذاب دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

یاد رکھیں اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی سچی باتوں کو جان کر بھی ٹیپ' ٹی وی' وی سی آر' ڈش انٹینا' سینما گھروں اور ویڈیو سنٹروں کے ذریعے گانے سننے' سنانے اور فلمیں دیکھنے اور دکھانے سے توبہ نہ کی تو اللہ کا عذاب دنیا اور آخرت میں مسلط ہو کر رہے گا۔ دنیا میں جو عذاب ہو گا وہ مال اور کاروبار میں نقصان کی صورت میں' خود آپ پر مصائب کی صورت میں' گھروں میں بے برکتی اور اولاد کی نافرمانی کی صورت میں اور طرح طرح کی بیماریوں کی

صورت میں آئے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ نافرمان لوگوں کو آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے دنیا کے چھوٹے عذابوں میں مبتلا کرے گا، تاکہ لوگ بڑے کاموں سے باز آجائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اس بڑے عذاب کے علاوہ ہم (دنیا میں) کسی چھوٹے عذاب کا مزا ان (نافرمانوں) کو چکھاتے رہیں گے تاکہ یہ باز آجائیں"۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

"ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سی امتوں کی طرف پیغام دینے والے بھیجے پس ہم نے (ان کی نافرمانی کی وجہ سے) انہیں مصیبت اور نقصان میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں"۔

دنیا میں عذاب کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حد سے بڑھے ہوئے نافرمانوں کو دنیا میں اتنے وسائل اور آسائشیں دے دی جائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت کو خاطر میں نہ لائیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اچانک موت دے کر ہمیشہ کے لئے جہنم کے عذاب میں ڈال دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"پس جب ان پر ہماری طرف سے مصیبت آئی تو انہوں نے عاجزی کیوں اختیار نہ کی، بلکہ ان کے دل اور سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لئے اعمال کو خوشنما بنا دیا جو وہ کر رہے تھے، اور جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی ہم نے ہر چیز کے دروازے ان پر کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں میں خوب مگن ہو گئے جو ان کو دی گئی تھیں تو ہم نے "اچانک ان کو جکڑ لیا" تب وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔ اور پھر ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے زیادتی کی تھی۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا مالک ہے"۔ (الانعام : ۴۳-۴۵)

آیئے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ اور دین اسلام سے سچی محبت کی خاطر گانوں، فلموں، ڈراموں، بیہودہ ناولوں اور رسالوں سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لیں اور اپنے فارغ وقت میں اللہ کا ذکر کریں، قرآن پڑھیں، نماز پڑھیں، درود پڑھیں اور اللہ کے دین کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں اور دوسروں کو نیکی کا مشورہ دیں اور برائی سے منع کریں۔ نمائش اور فضول خرچی سے بچیں۔ یقیناً یہی اعمال ادا کرنے سے ہمیں دنیا اور آخرت میں اللہ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے اور ہماری دنیا اور آخرت سنور سکتی ہے۔

ہمارا مطالبہ ، ہماری اپیل
دستور خلافت کی تکمیل

ایک نابغۂ روزگار شخصیت

پروفیسر حکیم عنایت اللہ سوہدروی

تاریخ وفات ۹ دسمبر ۱۹۹۴ء

تحریر : عبدالرشید عراقی

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی برصغیر پاک و ہند کے مشہور طبیب، ادیب، دانشور، نقاد، مبصر، شاعر اور سیاستدان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی حافظہ سے نوازا تھا۔ ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایۂ علم تھا۔ برصغیر کی تمام سیاسی و غیر سیاسی اور قومی و ملی تحریکات کے قیام سے نہ صرف مکمل طور پر واقف تھے، بلکہ ہر تحریک کے قیام کے پس منظر سے آگاہ تھے۔ اور ان تحریکوں کے بارے میں اپنی ایک ناقدانہ نظر رکھتے تھے۔

زمانہ طالب علمی میں مولانا ظفر علی خان سے تعلقات استوار ہوئے اور تقریباً ۴۰ سال تک انہیں مولانا ظفر علی خاں کی مصاحبت کا شرف حاصل رہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی حافظہ عطا کیا ہوا تھا۔ مولانا ظفر علی خان کا تقریباً سارا کلام پس منظر کے ساتھ زبانی یاد تھا۔ اقبال، حالی اور حفیظ کا بیشتر کلام بھی انہیں زبانی یاد تھا۔

مولانا ظفر علی خاں کی رفاقت اور صحبت سے برصغیر کی سیاست سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ شروع ہی سے تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کرنے کی انہیں سعادت حاصل ہے۔ حکیم عنایت اللہ نسیم علی گڑھ طبیہ کالج کے فارغ التحصیل تھے۔ علی گڑھ علم و فن کا مرکز تھا۔ یہاں برصغیر کے ممتاز علمی و ادبی اور سیاسی اکابرین علم یونیورسٹی کا چکر لگاتے رہتے تھے۔ حکیم صاحب کو شروع ہی سے برصغیر کی ممتاز علمی و ادبی و سیاسی شخصیت سے ملنے کا شوق تھا۔ چنانچہ جو بھی علمی و سیاسی شخصیت علی گڑھ جاتی۔ حکیم صاحب اس کو ضرور ملتے۔

حکیم صاحب نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں اہم کردار ادا کیا۔ مولانا شوکت علی کے ساتھ مختلف شہروں میں تحریک پاکستان کے حق میں تقریریں کیں۔ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں مولانا شوکت علی نے صوبہ سرحد کا دورہ کیا تو حکیم صاحب ان کے ساتھ تھے۔ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں ان کی خدمات کے صلہ میں حکومت پاکستان نے انہیں گولڈ میڈل سے نوازا۔

حکیم صاحب جس سیاسی و علمی شخصیت سے ملے اور ان سے ملاقات کے وقت جو گفتگو ہوئی وہ انہیں زبانی یاد تھی۔ میری حکیم صاحب سے اکثر بیٹھک رہتی تھی اور میں ان سے گزرے ہوئے زمانے کی باتیں دریافت کرتا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے حکیم صاحب سے دریافت کیا کہ کبھی مولانا غلام رسول مہر سے بھی ملاقات ہوئی ہے تو حکیم صاحب نے فرمایا :

"مہر صاحب سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ پہلی ملاقات ان سے "زمیندار" کے دفتر میں ہوئی۔ ان دونوں مہر صاحب "زمیندار" کے عملہ ادارت میں شامل تھے۔ یہ وہ دور تھا جب مولانا عبدالمجید سالک بھی زمیندار میں تھے۔

حکیم صاحب نے فرمایا :

مہر صاحب کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ملکی سیاست کے علاوہ عالمی سیاست پر بھی ان کا مطالعہ تھا۔ علم و فضل کے اعتبار سے صاحب کمال تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔ علامہ اقبال کے بھی شیدائی تھے۔ جب بھی ان سے ملاقات ہوئی بڑے اچھے انداز میں ملکی حالات پر تبصرہ کرتے۔ فہم قرآن اور تاریخ پر بھی ان کو دسترس حاصل تھی۔ جس زمانہ میں مولانا عطاء اللہ حنیف نے امام ابن تیمیہؒ پر کتاب شائع کی تو اس کا مقدمہ مہر صاحب نے لکھا تھا جب میں نے مقدمہ پڑھا اور اس کے بعد شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی کے دواخانہ بیڈن روڈ لاہور پر ملاقات ہوئی تو بڑی خندہ پیشانی سے ملے۔ میں نے مقدمہ کا ذکر کیا تو فرمایا۔ امام ابن تیمیہؒ سے بڑی عقیدت ہے اور میں خود بھی ایک کتاب لکھ چکا ہوں۔ جو نایاب ہو گئی ہے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب میرے پاس تشریف لائے تو میں انکار نہ کر سکا۔

حکیم عنایت اللہ نسیم اپنے پیشہ طب میں بھی بڑے ماہر تھے۔ طبی مطالعہ بھی بڑا وسیع تھا۔ مرض کی تشخیص میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ ادویہ جدیدہ پر بھی وسیع مطالعہ تھا۔ دوا کی قیمت بہت کم وصول کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کے ہاں بہت زیادہ مریض آتے تھے۔ حکیم صاحب نے ۹ دسمبر ۱۹۹۴ء کو وفات پائی اور دوسرے دن اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

مسلم کالونی پشاور میں ایک روزہ پروگرام

تنظیم اسلامی پشاور کے رفقاء علی الصبح دفتر تنظیم اسلامی میں ایک روزہ پروگرام میں شرکت کے لئے اکٹھے ہو گئے جہاں امیر قافلہ غلام مقصود نے خصوصی ہدایات دیں اور ذمہ داریاں تفویض کیں۔ جامع مسجد عمر فاروق مسلم کالونی کوہاٹ روڈ پہنچ کر مہتمم و امام مسجد سے ملاقات کی۔ تمام رفقاء نے تحیۃ المسجد نوافل ادا کئے۔ مقامی رفیق تنظیم محمد شعیب وقار اور تمام رفقاء کے مشورے سے خصوصی رابطوں اور دروس کے پروگرام طے کئے گئے۔ تربیتی نشست کے پہلے مرحلے میں تمام رفقاء باری باری سورۃ زمر کا آخری رکوع پڑھا اس کی تجوید و ترجمہ اور مختصر تشریح کی۔ امیر قافلہ نے جہاں ضرورت محسوس کی درستگی کی۔ بعد ازاں رفقاء نے "ہم کہاں کھڑے ہیں" اور "رمضان کیسے گزارا جائے" کے موضوع پر مفصل مذاکرہ کیا اس دوران دو مقامی حضرات بھی تشریف لائے۔

نماز ظہر کے بعد غلام مقصود صاحب نے سورۃ زمر کے آخری رکوع کا درس دیا۔ تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف کروایا اور بقیہ پروگراموں میں شرکت کی اپیل کی۔ اس کے بعد غلام مقصود، وارث خان، خورشید انجم اور شعیب وقار خصوصی ملاقاتوں کے لئے چلے گئے۔

بعض نماز عصر امام صاحب نے درس حدیث دیا بعد نماز مغرب انجینئر طارق خورشید نے بورڈ کی مدد سے پہلے "دین و مذہب کا فرق" اور پھر "دینی فرائض کا جامع تصور" سہ منزلہ عمارت کی شکل میں سمجھایا۔ انہوں نے قرآن و حدیث کے مختلف حوالے دیتے ہوئے واضح کیا کہ اسلام ایک مکمل دین اور ضابطۂ حیات ہے اور بحیثیت مسلمان ہم پر بندگی، دعوت بندگی اور نظام بندگی کے فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اس طرز تدریس کو پسند کیا گیا۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ ایک دوسری مسجد میں وارث خان نے بعد مغرب قرآن مجید کے حقوق پر گفتگو کی۔

بعد نماز عشاء وارث خان کا مفصل خطاب ہوا جس میں انہوں نے مغرب کے بعد ہونے والی گفتگو کو آگے بڑھایا اور پاکستان میں اسلامی انقلاب کیا؟ کیوں اور کیسے؟ کے موضوع پر گفتگو کی۔ لوگوں کے اشتیاق کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعد میں ایک گھنٹہ سے زائد سوال و جواب ہوئے۔ تمام حاضرین میں تنظیم کا تعارفی لٹریچر تقسیم کیا گیا جس پر تمام دفاتر کے ایڈریس تھے۔ مجموعی طور پر قریباً ۶۰ افراد تک دعوت پہنچائی گئی۔ تنظیم کے ۱۱ رفقاء نے مکمل، ایک رفیق اور مبصر نے جزوی اور ایک مبصر نے کلی شرکت کی۔ اللہ اقامت دین کے لئے کی جانے والی اس سعی کو قبول فرمائے۔ (رپورٹ : طارق محمود)

کراچی کی تنظیموں کا مشترکہ شب بسری پروگرام

پروگرام کا آغاز قرآن اکیڈمی میں رات کے پونے دس بجے مطالعہ قرآن کے ساتھ ہوا جسے حسب معمول انجینئر نوید احمد صاحب نے کنڈکٹ کیا۔ سورۂ کہف کے دوسرے رکوع کا مطالعہ کیا گیا جس میں رفقاء نے بھی حصہ لیا۔ اس رکوع کا حاصل مطالعہ یہ تھا کہ مشرکین کے عقائد سے اظہار براءت ہی کافی نہیں بلکہ ان سے عملی علیحدگی بھی ضروری ہے۔ ظاہری اور باطنی ہر قسم کی رہنمائی کا منبع و سرچشمہ ذات خداوندی ہے۔ اگر انسان دین پر استقامت کا مظاہرہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہو جاتی ہے۔ فضول باتوں کے بارے میں جھگڑے میں پڑنا لاحاصل ہے جیسا کہ اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں لوگ جھگڑے میں پڑ گئے تھے۔ کسی آئندہ وقت اگر انسان کسی کام کا ارادہ ظاہر کرے تو اسے ان شاء اللہ ضرور کہنا چاہئے کیونکہ اسباب و علل اللہ کی مشیت کے تابع ہیں۔ نیک لوگوں کی صحبت میں کتے جیسے نجس جانور کو ایک ایسا مقام حاصل ہو سکتا ہے کہ اس کا تذکرہ قیامت تک جاری رہے تو انسانوں کے مقام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اگلا پروگرام سیرت النبیؐ کے معروضی مطالعہ کا تھا جس میں اختر ندیم صاحب نے صبر محض کے دور کے مختلف واقعات کے حوالے سے داعی کے لئے رہنمائی فراہم کی۔ بنیادی اور فیصلہ کن شے داعی کا اپنا ذاتی کردار ہے اور اس کی سب سے پہلی محنت کا میدان ایمان کی آبیاری کا ہے۔ دعوت کے لئے داعی کو دعوت کی فطری تدریج یعنی الاقرب فالاقرب کے اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ ساڑھے چار بجے رفقاء کو بیدار کیا گیا۔ رفقاء اذان فجر تک انفرادی عبادات میں مصروف رہے۔ باجماعت نماز سے قبل انجینئر نوید احمد صاحب نے نماز قصر کے مسائل بیان کئے۔ نماز فجر کے بعد جلال الدین اکبر صاحب نے مطالعہ حدیث کے عنوان سے حضورؐ کے اس ارشاد گرامی کی وضاحت کی جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اسلام کا شیرازہ بتدریج بکھرے گا۔ اور سب سے آخر میں نماز کا۔ فکر آخرت کے عنوان سے صبح ۹ بجے اعجاز لطیف صاحب نے سورۂ انفطار پر درس قرآن دیا۔ جس میں قیامت کی ہولناکیوں کا تذکرہ کیا گیا۔ عابد جاوید صاحب نے حضرت عبداللہ بن خرافہ سہمی کی حیات مبارکہ سے چند واقعات سنائے۔ آخر میں اختر ندیم صاحب نے کہا کہ شب بسری پروگرام کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی یاددہانی ہے اور ہمارے کل کا عمل یہ ثابت کرے گا کہ ہم نے اس پروگرام سے کیا یاددہانی حاصل کی۔

(رپورٹ : محمد سمیع)

اسرو بی بیوڑ کا ایک روزہ دعوتی پروگرام

۱۷ نومبر کو اسرو بی بیوڑ کے رفقاء کا سات رکنی قافلہ ایک روزہ پروگرام کے لئے شموپاگار روانہ ہوا۔ جو بی بیوڑ سے تقریباً ۳ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بعد از نماز عصر حسین احمد صاحب نے حقیقت انسان کے موضوع پر درس دیا، جس میں تقریباً ۲۵ افراد نے شرکت کی۔ اس کے بعد معاون رفیق صاحب زادہ سے ملاقات کی۔ نماز مغرب کے بعد حسین احمد صاحب نے عبادتِ رب اور شہادت علی الناس کے موضوعات پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ اس میں تقریباً ۳۴ افراد نے شرکت کی۔ بنیادی ضروریات کے بعد نماز عشاء کے بعد راقم نے اقامت دین کے موضوع پر تقریباً ۳۰ منٹ تک بیان کیا۔ اس میں تقریباً ۴۰ افراد نے شرکت کی۔ بعد عشاء رفقاء کے درمیان ایک تربیتی پروگرام ہوا۔ جامع مسجد میں ایک حافظ صاحب بھی تھے۔ ان کے ساتھ راقم نے تفصیلی بات چیت کی اور تنظیم اسلامی کے منہاج محمدیؐ پر بات کی۔ یہ پروگرام رات ۱۲ بجے تک جاری رہا۔ صبح نماز فجر کے بعد راقم نے منہاج محمدیؐ کے موضوع پر بیان کیا۔ اس میں تقریباً ۴۶ افراد نے شرکت کی۔ اس پر یہ دعوتی پروگرام کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ : عالم زیب)

تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ سرحد وسطی کا شب بسری پروگرام

تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ سرحد وسطی کے قیام کے بعد اس کی عاملہ نے دعوت و تربیت کے لئے ایک منفرد پروگرام ترتیب دیا جس کے مطابق پندرہ دن کے بعد حلقے میں شامل ایک اسرہ میزبان و منتظم بن کر دعوتی و تربیتی پروگرام تشکیل دے گا، اور باقی اسرے اور منفرد رفقاء مقررہ مقام پر پہنچیں گے۔ اس سلسلے کا پہلا پروگرام ذیلی حلقہ سرحد وسطی کے زیراہتمام مسجد آرمر کالونی نمبر ۲ نوشہرہ میں شب بسری کی صورت میں ۲۰ نومبر ۹۹ء کو منعقد ہوا۔ جس میں میزبانی و منتظمین کے فرائض اسرہ بدرشی کے ذمہ تھے۔ مجموعی طور پر خویشگی، ہاتھیان، صوابی، رسالپور اور بدرشی سے ۱۱ رفقاء اور ۱۲۰ احباب نے شرکت کی۔

پروگرام کی نظامت کی ذمہ داری اسرہ بدرشی کے نقیب فضل حکیم نے ادا کی۔ پروگرام کا آغاز نماز مغرب کے بعد جناب فضل حکیم نے "عبادت رب" کے موضوع پر تفصیلی درس دیا کہ کس طرح عبادت رب کے مسخ شدہ تصور سے آج مسلمان انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر ذلیل و خوار ہیں۔ درس کے بعد تعارفی نشست ہوئی۔

نماز عشاء کے بعد خویشگی کے جناب نصراللہ نے

درس حدیث دیا۔ اس کے بعد رسالپور کے محترم ضمیر اختر صاحب نے شہادت علی الناس پر درس دیا۔ درس میں انہوں نے واضح کیا کہ ہماری ذلت اور دعائیں قبول نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کو نہ صرف ترک کر دیا ہے بلکہ بھلا دیا ہے۔ اس کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ جس میں رفقاء کے علاوہ اردگرد سے آنے والے مقامی نمازیوں نے شرکت کی۔ کھانے کے وقفے کے بعد محترم اختر صاحب نے مطالعہ کتب کا پروگرام بنایا۔ مطالعہ کتب کے لئے ۴ گروپس بنائے گئے اور گروپ لیڈر کو "نبی اکرم ﷺ سے تعلق کی بنیادیں" میں سے ایک ایک موضوع دیا گیا بعد میں تمام گروپ لیڈر کو دیئے گئے موضوع پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقع دیا گیا۔ اس موقع پر گروپ لیڈر کے علاوہ دیگر ساتھیوں نے بھی شرکت کی۔ تجربہ نے ثابت کر دیا کہ ایسی محافل ساتھیوں کے تزکیہ اور ایمان کی آبیاری کے لئے مفید ثابت ہوئی ہیں۔

سیرت صحابہؓ میں سے حضرت ابو عبیدہؓ ابن الجراح کے موضوع پر بدرشی کے جناب فضل رحیم نے ایمان افروز تقریر کی اس کے بعد آرام کے لئے وقفہ کیا گیا۔

نماز فجر سے قبل انفرادی نوافل اور تلاوت قرآن کریم کے بعد نماز فجر ادا کی گئی۔ نماز کے بعد خویشگی کے جناب نصراللہ نے بنیادی دینی مسائل میں "وضو، غسل اور نماز کے فرائض" بیان کئے۔ اس کے بعد شب بسری کا پروگرام مسنون دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

مسجد کے احاطے میں کتابوں کا سٹال لگایا گیا تھا۔ جس میں تنظیم کی فکر عام کرنے میں خاطر خواہ مدد ملی۔ نیز تنظیم کے فری لٹریچر کو شرکاء میں تقسیم کیا گیا۔ اس سلسلے کا اگلا پروگرام ایک روزہ کی شکل میں ان شاء اللہ دسمبر کے پہلے ہفتے میں اسرہ ہاتھیان (مردان) کے زیر اہتمام منعقد ہو گا۔

(رپورٹ : شیر قادر)

تنظیم اسلامی فیصل آباد
غربی کا تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی فیصل آباد غربی کا تربیتی اجتماع بروز اتوار صادق مارکیٹ ریلوے روڈ منعقد ہوا۔ اس اجتماع کے ساتھ ہی شب بسری پروگرام تھا۔ نماز مغرب کے بعد مسجد عمر ؓ صادق مارکیٹ میں ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے سورۂ کہف کی آیات کے حوالہ سے آخرت اور دنیاوی زندگی کے موازنہ پر درس دیا۔ ________ بعد ازاں محمد نعمان اصغر، حلیم محمد سعید اور ڈاکٹر عبدالرؤف نے باری باری ترجمہ قرآن پیش کیا۔ سونے سے قبل میاں محمد یوسف صاحب نے سونے کے آداب بیان کئے۔ اگلے روز مسجد عمر ؓ میں ہی راقم نے نماز فجر کے بعد منتخب نصاب نمبر ۲ کا درس سوم دیا۔ امیر تنظیم غربی میاں محمد اسلم صاحب نے اختتامی دعا کرائی اس طرح یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں ۱۴ رفقاء نے شرکت کی۔

(رپورٹ : محمد نعمان اصغر)

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے ہونہار شاگرد عرفان اقبال کا دورۂ اسلام آباد

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد کے شاگرد رشید عرفان اقبال، جو ہیں تو پاکستانی لیکن اب ۱۹۸۸ء سے مستقل طور پر امریکہ میں مقیم ہیں۔ وہ وہاں طب کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ "مذاہب کے تقابلی مطالعہ اور اسلامیات" میں ایم اے کر رہے ہیں، ان دنوں ڈاکٹر اسرار احمد کی دعوت پر پاکستان آئے ہوئے ہیں تاکہ یہاں کے علمی حلقوں سے تعارف حاصل کر سکیں۔ علاوہ ازیں وہ عربی زبان کی تحصیل کے لئے مرکزی انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے "ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس" کی عربی کلاس میں بھی شرکت کر رہے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کی دعوت پر اسلام آباد، راولپنڈی کے دو دورے کئے، تاکہ وہاں کے علمی حلقوں سے ملاقات کر کے انہیں ڈاکٹر صاحب کی فکر سے متعارف کرا سکیں۔ اس ضمن میں انہوں نے پہلا دورہ ۲۷ سے ۲۹ نومبر ۱۹۹۹ء کو جبکہ دوسرا دورہ ۵ تا ۷ دسمبر ۹۹ء کو کیا۔ انہوں نے راولپنڈی/اسلام آباد کے مختلف اداروں اور مقامات پر بزبان انگریزی آٹھ لیکچرز دیئے، جن کے موضوعات یہ تھے۔

- *The Call of the Quran for the 21st Century and Beyond.*
- *Islam as a Means to Human Liberation and Salvation*
- *Absolute vs. Relative:The Concept of Social Justice in Islam*
- *Allama Iqbal's Farewell Message to the Muslim Ummah.*
- *Quran and Ramadan*

عرفان اقبال نے یہ لیکچرز تنظیم اسلامی راولپنڈی کے رفیق ڈاکٹر خالد اور اسلام آباد کے رفیق عظمت ممتاز ثاقب کی رہائش گاہوں اور تنظیم اسلامی پنجاب شمالی کے مرکزی دفتر کے علاوہ کئی تعلیمی اداروں بشمول قائداعظم یونیورسٹی، یونیورسٹی کالج اسلام آباد، شفاء میڈیکل کالج، شفا میڈیکل سنٹر اور روٹری کلب کے زیر اہتمام میریٹ (Marriott) ہوٹل میں دیئے۔

ان مقامات پر سامعین نے جن میں مقامی دانشوروں اور مفکرین کے علاوہ دیگر عمر رسیدہ اور جوانوں کی بھی اکثریت تھی یکساں طور پر ان کی خیالات افزا اور پر مغز تقریروں کو سراہا اور ان کی دوبارہ تشریف آوری پر بہت زور دیا۔ حاضرین ان کے منفرد طریق خطاب سے بہت متاثر ہوئے جس میں وہ فصیح انگریزی، علامہ اقبال کے برمحل اردو اور فارسی اشعار، قرآن و حدیث کے حوالہ جات اور اپنے سائنس اور آرٹس کے وسیع تعلیمی پس منظر کو یکجا کر دیتے ہیں۔

یونیورسٹی کالج، اسلام آباد کی پرنسپل نے ان کے خطابات کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ ان کا علم اور فن خطابت ان کی عمر سے کہیں زیادہ ہے۔ شفاء میڈیکل کالج اینڈ میڈیکل سنٹر کے ایک اہم رکن نے کہا کہ عرفان مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں اس ملک کے نوجوانوں کے لئے روشنی کی ایک کرن ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر اس ملک کی قیادت اور تعمیر و ترقی میں عرفان اقبال جیسے نوجوان شامل ہوں جو سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم میں بھی ماہر ہوں تو اس قوم کو خوشحالی اور کامیابی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔ انہوں نے عرفان اقبال سے اپنے میڈیکل کالج کی فیکلٹی کے تعلیمی نصاب میں مفید مشوروں کے لئے بھی درخواست کی تاکہ اُن کے طلباء میڈیکل کی تعلیم کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور عمرانی علوم سے بھی واقفیت حاصل کر سکیں۔ روٹری کلب کے ممبران اور سامعین نے عرفان اقبال کے لیکچرز کے بارے میں کہا کہ انہوں نے ڈاکٹر اسرار احمد کے قرآنی فکر اور جدید مسائل کو بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ ان کے یہ نظریات پاکستان کے مسائل کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ آخر میں انہیں کلب کی اعزازی شیلڈ پیش کی گئی۔

اس موقع پر حاضرین نے عرفان اقبال کے دورۂ اسلام آباد کے اس پہلو کو انتہائی افسوسناک قرار دیا کہ پاکستان میں ان کا قیام انتہائی مختصر ہے اور وہ ۴ جنوری کو امریکہ واپس روانہ ہو جائیں گے۔

(مرتب : فرقان دانش خان)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد 8' شمارہ 47
سالانہ زرِ تعاون ۔/175 روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقامِ اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03

معاونین برائے مدیر:
○ فرقان دانش خان ○ مرزا ایوب بیگ
○ نعیم اختر عدنان ○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

تنظیم اسلامی لاہور شمالی کا ماہانہ تذکیری و تربیتی اجتماع

اتوار مورخہ ۷ نومبر کو دس بجے دن تنظیم اسلامی لاہور شمالی کا ماہانہ تربیتی و تذکیری اجتماع حسب دستور مرکزی دفتر گڑھی شاہو میں منعقد ہوا۔ لاہور کے دو اطراف میں جاری دین کی تبلیغی و جہادی رونقوں کے باوجود حاضری معمول کے مطابق رہی۔ شرکائے مجلس کو خوشگوار حیرت اس بات پر ہوئی کہ مقامی امیر جناب اقبال حسین ان کے استقبال کے لئے اس مرتبہ ان کی آمد سے قبل ہی مسند نشین تھے۔

اجتماع کے پروگراموں کا آغاز درس قرآن سے ہوا۔ یہ درس قرآن مجید کی ان منتخب آیات پر مشتمل تھا جو ہیئت تنظیم سے متعلق نصاب نمبر۲ کے اواخر میں مندرج ہیں۔ یہ درس بے حد نازک اور لطیف ہے اس لئے کہ یہاں امیر کو سامنے بٹھا کر مامورین کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار کرنے کی مقصدیت کی مالا میں ایسے پروئے جاتے ہیں کہ "بنیان مرصوص" کا گمان ہونے لگتا ہے۔ یہ ذمہ داری راقم الحروف کے سپرد تھی۔

اس کے بعد نقبائے اسرہ جات نے اپنے اپنے اسرہ کی ماہانہ کارگزاری سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ اور "خطوط مہم" کی بابت تفصیلات بتائیں۔

"اظہار خیال" کے ضمن میں ڈاکٹر طارق کمال صاحب نے جنرل پرویز مشرف کو عوامی مسائل سے آگاہ کرنے کے لئے روزنامہ "جنگ" لاہور کی پیش کش سے فائدہ اٹھانے کی تلقین کی۔ ان کے علاوہ محمد طارق جاوید' محمد اسحاق' سجاد احمد اور راقم نے حالاتِ حاضرہ کا تجزیہ پیش کیا۔

جناب نسیم اختر صدیقی کے لیکچر کے بعد مختصر مگر پر مغز صدارتی خطبہ جناب اقبال حسین نے دیا جس کے لئے سورۃ العنکبوت کی ابتدائی آیات کو بنیاد بنایا۔ کم و بیش ڈھائی گھنٹے پر مشتمل یہ نشست ۳۰۔۱۲ بجے تمام ہوئی۔

(رپورٹ : پروفیسر حافظ محمد اشرف)

نور پور فیصل آباد میں ۵ روزہ تفہیم دین کورس

نور پور فیصل آباد میں کچھ عرصہ سے درس قرآن کا ہفتہ وار سلسلہ چل رہا ہے۔ محمد نعمان اصغر' محمد رشید عمر' سید کفیل احمد ہاشمی' جماعت اسلامی کے پروفیسر حمید اللہ خان نیازی اور راقم درس دے چکے ہیں۔ استقبال رمضان کے سلسلہ میں پانچ روزہ تفہیم دین کورس تشکیل دیا گیا۔ اس کے لئے ذاتی رابطہ کیا گیا اور ہینڈ بل تقسیم کئے گئے۔ اس پروگرام کا آغاز ۲۸ نومبر کو ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب عبادت رب کے موضوع پر لیکچر دیا۔ موصوف نے نہایت بلیغ انداز میں سورۂ واقعہ اور سورۂ النحل سے معرفت رب کے نمونے دکھلائے۔ انہوں نے کہا کہ جس گائے کا ہم دودھ پیتے ہیں اگر اس کو ذبح کریں تو کہیں بھی دودھ نظر نہیں آئے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ وہ خون اور گوبر کے تازہ دودھ کشید کر کے ہمیں فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح شہد کی مکھی پھولوں اور پھولوں سے رس لے کر جاتی ہے کہ جس سے ہم لذیذ اور خوش ذائقہ شہد حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کے نمونے ہیں اور ہمارے لئے دعوت فکر دیتے ہیں کہ اس عظیم ہستی کو پہچانیں۔

۲۹ نومبر کو امیر حلقہ پنجاب غربی محترم رشید عمر صاحب نے حقیقت جہاد پر درس دیا۔ انہوں نے نہایت دھیمے انداز میں جہاد کی منزلیں اور جہاد کی روح بیان کی۔ ۳۰ نومبر کو محترم محمد فاروق صاحب نے دین اور مذہب کا فرق بذریعہ وائٹ بورڈ سمجھایا۔ انہوں نے دینی ذمہ داریوں کو بھی سہ منزلہ عمارت سے تشبیہ دے کر واضح الفاظ میں کہا کہ ہم اس وقت بھی پہلی منزل کے ایک ستون یعنی نماز میں ہی الجھے ہوئے ہیں جبکہ اسلام ایک مکمل دین ہے اور اجتماعی معاملات پر بھی اپنا غلبہ چاہتا ہے۔

یکم دسمبر کو سید کفیل احمد ہاشمی صاحب نے حقیقت شرک کے موضوع پر لیکچر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس دور کے شرک کو پہچانیں۔ آج کا سب سے بڑا شرک جمہوریت اور وطن پرستی ہے۔ ۲ دسمبر کو ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے رمضان اور قرآن کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ رمضان المبارک میں انسان دن کے وقت اپنی خواہشات اللہ تعالیٰ کے حکم سے ترک کر دیتا ہے اور رات کو نماز تراویح کی شکل میں ہدایت ربانی کو اپنی روح میں اتارتا ہے۔ اس عمل سے روح کو تازگی ملتی ہے۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ایسے شخص کے لئے ہی روزہ اور قرآن سفارش کریں گے۔

اس پانچ روزہ تفہیم دین کورس میں اوسط حاضری ۲۵ تا ۳۰ افراد رہی۔ پروگرام کے اختتام پر روزانہ کھجوروں سے تواضع کی جاتی رہی جس کے باعث رمضان المبارک سے قبل ہی رمضان کا ساسماں پیدا ہو گیا۔

(رپورٹ : حکیم محمد سعید)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

امیر تنظیم اسلامی محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** مدظلہ کی تالیف

ایجاد و ابداعِ عالم سے عالمی نظامِ خلافت تک
تنزل اور ارتقاء کے مراحل

شائع ہو گئی ہے جس میں

- حیاتِ ارضی کا ارتقاء
- تکمیل تخلیق آدم
- عطاءِ خلعت خلافت
- رحم مادر میں تخلیق آدم کے مراحل کا اعادہ

جیسے بہت سے اہم موضوعات پر قرآن و سنت کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس ضمن میں ڈارون تھیوری کے باعث ذہنوں میں اٹھنے والے بہت سے سوالوں کے تسلی بخش جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا آج ہی اس نادر کتاب کی کاپی محفوظ کرائیے۔

قیمت : 20 روپے ○ عمدہ طباعت ○ صفحات : 60

ملنے کا پتہ

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

قرآن اکیڈمی' 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 3-5869501 فیکس : 5834000